شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ (اسیر مالٹا)

(۱۸۵۱ء۔ ۱۹۲۰ء)

از ڈاکٹر محمد شکیل اوج

پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ (جامعہ کراچی)

دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے شاگرد وبعدہ اسی دارالعلوم کے صدر مدرس ،جنہیں ''شیخ الہند'' کے لقب سے عالمگیر شہرت حاصل ہوئی ،مولانا محمود حسن۱دیوبندی ہیں۔ آپ ۱۲۶۸ھ۔۱۸۵۱ءکو بریلی میں پیدا ہوئے جہاں آپ کے والد ماجد مولانا ذوالفقار علی بوجہ ملازمت مع اہل وعیال مقیم تھے۔وہ مدارس کے ڈپٹی انسپکٹر تھے اور دیوبند (ضلع سہارنپور۔بھارت) کے عثمانی شیوخ کے ایک معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے۲۔دہلی کے مشہور عربی کالج میں آپ نے مولانا محمد مملوک علی سے تعلیم پائی۔وہ عربی زبان کے مشہور ادیب تھے۔''**دیوان الحماسه**''، **دیوان المتنبی**" اور سبعہ معلقات کی مفید اردو شروح حسب ترتیب''**تسهیل الدرایه**'' ،''**تسهیل البیان** ''اور''**التعلیقات علی السبع المعلقات**" ان کی بہترین علمی یادگاریں ہیں۔''**قصیده برده**'' اور'' **قصیده بانت سعاد** '' کی شرح میں''**عطر الورده**"،اور''**الارشاد**" ان کے علم وفضل کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔علم معانی وبیان میں انہوں نے اردو میں ''تذکرۃ البلاغت'' نامی کتاب لکھی جسے اردو زبان میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب سمجھا گیا۳۔مولانا محمود حسن کے جدامجد یعنی دادا شیخ فتح علی

تھے۔آپ کے تین بھائی اور دو بہنیں تھیں۔

اول: مولوی حامد حسن جن کی ملازمت کا اکثر حصہ ضلع بجنور میں گزرا۔

دوم: مولانا حافظ حکیم محمد حسن ۔۔۔ مدرس وطبیب دارالعلوم دیوبند۔ یہ علم حدیث میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے اور دیگر علوم میں اپنے بھائی محمود حسنؒ کے اور طب میں عبدالمجید خانؒ کے شاگرد تھے۔

سوم: مولوی حافظ محمد محسنؒ ۴؂۔

آپ نے چھ سال کی عمر میں پڑھنا شروع کیا۔ناظرہ قرآن مجید کا اکثر حصہ میانجی منگلوری سے پڑھا۔بقیہ قرآن پاک اور فارسی کی ابتدائی کتب میانجی مولوی عبداللطیفؒ سے پڑھیں۔اس کے بعد فارسی کی تمام کتابیں اور ابتدائی کتب عربی اپنے چچا مولانا مہتابؒ سے پڑھیں۔جس زمانے میں قدوری اور شرح تہذیب پڑھ رہے تھے۔اسی زمانے میں دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں آیا۔۱۲۸۳ھ میں دارالعلوم دیوبند قائم ہوا تو مولانا محمود اس کے سب سے پہلے طالب علم تھے اور اس وقت ان کی عمر ۱۵ سال تھی،اجراء کے وقت وہاں ۲۱ طالب علم موجود تھے اور وقت امتحان تک ۷۸ طلبہ ہو گئے تھے ۵؂۔

عجیب اتفاق ہے کہ دارالعلوم میں جسے پہلے استاد ہونے کا شرف حاصل ہوا،ان کا نام بھی محمود تھا۔مولانا ملا محمود ۔۔۔انہیں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تجویز پر بمشاہرہ پندرہ روپے رکھا گیا تھا۔۱۲۸۴ھ میں آپ نے ''کنز الدقائق ''مبیذی اور ''مختصر المعانی'' کا امتحان دیا۔۱۲۸۵ھ میں ''مشکوۃ المصابیح''،ہدایہ،اور مقامات حریری پڑھیں ۶؂۔ ۱۲۸۶ھ میں انہوں نے کتب صحاح ستہ اور بعض دیگر کتابیں مولانا محمد قاسمؒ بانی دارالعلوم سے پڑھیں اور سفر وحضر میں بھی ان کے ہمراہ رہے۔۱۲۹۰ھ۔۱۸۷۳ء میں تحصیل علم سے فارغ ہوئے اور حضرت نانوتویؒ کے دست مبارک سے دستار فضیلت حاصل کی ۷؂۔دستار بندی سے

ایک سال قبل آپ ۱۲۸۹ھ؁ ۱۸۷۲ء میں بطور ''معین مدرس'' تدریسی فرائض انجام دے چکے تھے۔

۱۲۹۱ھ۔۱۸۷۴ء میں جب دارالعلوم کو کثرت طلبہ کے باعث کسی مستقل استاد کی ضرورت محسوس ہوئی تو آپ کو ہی مدرس رکھا گیا۔آپ دارالعلوم کے چوتھے مدرس تھے۔آپ کومولانا رفیع الدین کی تجویز پر پندرہ روپے ماہوار مشاہرہ پر رکھا گیا تھا۸ جس سے بتدریج ترقی پاکر ۱۸۹۰ء۔۱۳۰۵ء میں آپ صدر مدرس کے منصب پر فائز ہوئے اور تادم زیست اسی منصب پر فائز رہے۔گویا تینتیس (۳۳) سال صدر مدرس رہے۔پہلی مرتبہ ۱۲۹۳ھ میں آپ نے ترمذی،مشکوۃ اور ہدایہ کادرس دیااور ۱۳۹۵ھ میں آپ ''**الصحیح للبخاری**'' کادرس دیا۔

۱۲۹۴ھ۔۱۸۷۷ میں آپ اکابر علماء ومشائخ کی معیت میں پہلا فریضہ حج اور زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔اس سفر میں آپ جن اکابر کے ہمراہ تھے ان میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ،مولانا رشید احمد گنگوہیؒ،مولانا رفیع الدینؒ (مہتمم دارالعلوم دیوبند) اورمولانا محمد یعقوبؒ جیسے لوگ موجود تھے۹۔

اس زمانے میں شہرہ آفاق محدث ''شاہ عبدالغنی مجددی''ؒ دہلی سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں مقیم تھے اور ساری دنیائے اسلام کو اپنے علم وفضل سے مستفید فرما رہے تھے جن کی سند حدیث شاہ محمد اسحاق کے واسطے سے شاہ ولی اللہؒ تک منتہی ہوتی ہے۱۰۔مولانا محمودؒ نے ان سے اجازت وسند حدیث لی اور مکہ معظّمہ سے واپس آکر حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ سے بیعت ہوئے۔بلکہ خلافت واجازت بیعت سے بھی مشرف ہوئے۔گوتحریری اجازت نامہ انہیں بعد میں ہندوستان بھجوایا گیا۔ربیع الاول ۱۲۹۵ھ میں آپ کی دارالعلوم واپسی ہوئی۔آپ کی غیر موجودگی میں تقریباً چھ ماہ مولانا عبدالعلیؒ ان کی جگہ کام کرتے رہے۱۱۔

دارالعلوم دیوبند میں صدارت تدریس کا مشاہرہ اس وقت ۷۵ روپے تھا۔مگر آپ

نے (۵۰) پچاس روپے سے زیادہ کبھی قبول نہیں فرمایا۔ بقیہ ۲۵ روپے دارالعلوم کے چندے میں شامل فرمادیتے تھے۔ آپ کے زمانے میں طلبہ کی تعداد دوسو سے بڑھ کر چھ سوتک پہنچ گئی تھی جو ہندوستان کے علاوہ افغانستان، ترکی، اور انڈونیشیا سے آئے ہوئے طلبہ پر مشتمل تھی۔ آپ کے زمانے میں ۸۶۰ طلبہ نے درس حدیث نبوی ﷺ سے فراغت حاصل کی۔

مشاہیر طلبہ کے نام یہ ہیں:

۱۔ مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ (متوفی ۱۹۳۴ء)

۲۔ مولانا عبیداللہ سندھیؒ (متوفی ۱۹۴۴ء)

۳۔ مولانا سید حسین احمد مدنیؒ (متوفی ۱۹۵۷ء)

۴۔ مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ (متوفی ۱۹۵۳ء)

۵۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (متوفی ۱۹۴۹ء)

۶۔ مولانا اشرف علی تہانویؒ ۱۲(متوفی ۱۹۴۳ء)

۷۔ مولانا منصور انصاریؒ

۸۔ مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ

۹۔ مولانا سید فخر الدین احمدؒ

۱۰۔ مولانا محمد اعزاز علی امروہویؒ

۱۱۔ مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ

۱۲۔ مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ

۱۳۔ مولانا احمد علی لاہوریؒ (متوفی ۱۹۶۲ء)

۱۴۔ مولانا محمد الیاس کاندھلوی

۱۵۔ مولانا حبیب الرحمٰنؒ ۱۳؎

مولانا محمود الحسن کے تلامذہ وطلبہ پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر اسرار احمد رقمطراز ہیں:

> ’’جس طرح بارہویں صدی ہجری کے مجدد اعظم شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی عظمت وجلالت اور خصوصا جامعیت کبری کا مظہران کی تصانیف ہیں اسی طرح چودہویں صدی کے مجدد شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کی عظمت وجامعیت کے مظہر کامل ان کے عظیم تلامذہ ہیں‘‘ ۱۴؎۔

مولانا کے درس کی نمایاں خصوصیت جمع بین اقوال الفقہاء والاحادیث تھی اور یہی شاہ ولی اللہؒ کے خاندان کا طرز تعلیم تھا ۱۵؎، گو قاسم نانوتویؒ کے درس میں طلبہ کسی قسم کا سوال نہیں کر سکتے تھے جبکہ آپ کے درس میں معاملہ اس کے برعکس تھا۔ بلکہ کبھی کبھی تو حلقہ درس، حلقہ مناظرہ بن جاتا، مولانا کو الزامی جواب دینے میں یدطولی حاصل تھا۔ گاہے گاہے تحقیقی جواب بھی مرحمت فرماتے تھے ۱۶؎۔ آپ کی سند حدیث دو واسطوں سے شاہ ولی اللہؒ سے ہوتی ہوئی رسول اللہ ﷺ تک پہنچتی ہے:

اولا: عن مولانا الشیخ محمد قاسم عن مولانا الشیخ عبدالغنی عن مولانا الشاہ محمد اسحاق عن مولانا الشاہ عبدالعزیز عن مولانا الشاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

ثانیا: عن مولانا الشیخ محمد علی السہارنفوری عن مولانا الشاہ محمد اسحاق عن مولانا الشاہ عبد العزیز عن مولانا الشاہ ولی اللہ قدس اللہ اسرارھم ۱۷؎۔

بیسویں صدی کے دوسرے عشرے میں چند در چند ایسے حوادث پیش آئے کہ مولانا

محمود الحسنؒ کو سیاست میں عملاً شریک ہونا پڑا۔ جن دنوں جنگ طرابلس و بلقان کی وجہ سے مسلمانوں میں ہیجان پھیلا ہوا تھا آپ نے ہندوستان سے برطانوی اقتدار کو ختم کرنے کیلئے ایک منصوبہ تیار کیا، جو مسلح انقلاب کے ذریعے برطانوی راج کا تختہ الٹ دینے سے عبارت تھا ۱۸۔ آپ نے ترکوں کی امداد و اعانت کے لیے اپنے قابل اعتماد شاگردوں کے ہمراہ مختلف مقامات کا دورہ کیا اور مسلمانوں کو ترکوں کی مدد کے لیے تیار کیا۔ گو اس کام کے لیے انہیں اپنا دارالعلوم بھی چند روز کے لیے بند کرنا پڑا۔ مگر انہوں نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی بلکہ انہوں نے دارالعلوم میں انجمن ہلال احمر کی شاخ قائم کی اور تقریباً ایک لاکھ روپیہ استنبول بھجوایا ۱۹۔ مولانا عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بیدار مغز مسلم سیاستدان بھی تھے۔ ان کی نظر واقعات عالم پر گہری تھی۔ وہ ہندوستان اور دیگر ممالک اسلامیہ کے حالات کو عالمی تناظر میں دیکھتے تھے ۲۰۔ مولانا عبیداللہ سندھیؒ اور مولانا سیف الرحمٰنؒ کو آزاد قبائل (یاغستان) میں تبلیغ جہاد کے لیے آپ ہی نے روانہ کیا تھا اور حاجی ترنگ زئی کو بھی تحریک جہاد میں شرکت کی دعوت دی۔ اس تحریک کا مرکز یاغستان قرار پایا جہاں سے سرحد پر حملے ہونے لگے تھے ۲۱۔

۱۹۱۵ء میں مولانا محمود الحسنؒ نے مولانا عبیداللہ سندھیؒ کو کابل بھیجا کہ وہ امیر حبیب اللہ خان کو جہاد پر مائل کر سکیں، لیکن وہ (یعنی امیر حبیب اللہ) متذبذب رہے اور کوئی مدد نہ کر سکے۔ تا آنکہ امیر امان اللہ خان نے اقتدار پر قبضہ کر لیا ۲۲۔ اسی اثناء میں ترکوں کے خلاف سات آٹھ محاذ جنگ کھل چکے تھے اور ان پر روسیوں اور انگریزوں کا دباؤ بڑھتا جا رہا تھا۔ ترکوں کی حمایت کے الزام میں ہندوستان میں علی برادران اور مولانا ابوالکلام آزاد نظر بند کیے جا چکے تھے اور مولانا محمود الحسنؒ کی گرفتاری بھی متوقع تھی۔ چنانچہ انہوں نے ڈاکٹر مختار احمد انصاری کے مشورے سے براہ حجاز استنبول پہنچنے کا ارادہ کیا۔ مولانا محمودؒ ماہ شوال ۱۳۳۳ھ اگست ۱۹۱۵ء کو عازم حج ہوئے اور براستہ بمبئی جدہ ہوتے ہوئے مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ انہی ایام میں مولانا نے مفتی مدینہ کی وساطت سے ترکیہ کے وزیر جنگ انور

پاشا سے بند کمرے میں ملاقات کی جو جمال پاشا کے ہمراہ شام اور سویز کے جنگی محاذوں کے معائنے کے بعد روضہ نبوی ﷺ کی زیارت کے لیے مدینہ آرہے تھے ۔آپ نے اپنی ملاقات میں انہیں غالب پاشا (گورنر مکہ) کا خط پیش کیا اور ہندوستان کی تحریک آزادی میں امداد واعانت کی درخواست کی جسے انہوں نے نہ صرف قبول کیا بلکہ مولانا کے بیحد اصرار پر امداد واعانت کے مضمون کی تحریر، ترکی ،عربی ، فارسی زبانوں میں لکھ دیں تاکہ یہ تحریریں ہندوستان بھجوائی جاسکیں۲۳۔

☆ رولٹ (Rowlatt) کمیٹی کے مطابق مولانا محمد میاں انصاری حیدرآباد سندھ کے نومسلم شیخ عبدالرحیم (اچاریہ کرپلانی ،سابق جنرل سیکریٹری آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے برادبزرگ) کی وساطت سے ریشمی پارچات پر خفیہ پیغامات لکھ کر مولانا محمود حسن کو بھیجا کرتے تھے ۔اس خط وکتابت کوانہوں نے ریشمی رومال کی سازش Silken Letters Conspiracy کے نام سے تعبیر کیا ہے۲۴۔

اس تحریک کا حال یہ ہے کہ اس میں زیرزمین کام ہوتا تھا۔ برطانوی راج میں تو یہ باتیں منظر عام پر آنہیں سکتی تھیں لیکن اب اس تحریک کے متعلق تمام حالات شائع ہوگئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا محمودؒ نے انڈر گراؤنڈ کام شروع کردیا تھا جہاں باقاعدہ اسلحہ سازی بھی ہوتی تھی اور باقاعدہ ہتھیار چلانے کی ٹریننگ بھی ہوتی تھی۔ چنانچہ جولوگ آپ کے ہم خیال تھے اور آپ کے مشن سے تعاون کرتے تھے آپ نے ان سے عہدو پیمان لیا اور وہ سب آپ کی ہدایت پر خفیہ طور پر اس دعوت اور مشن کے لیے کام کرتے تھے۲۵۔

شیخ الہند کے خاص الخاص اور معتمد علیہ حضرات یہ تھے:

۱۔ مولانا عبیداللہ سندھیؒ۔

۲۔ مولانا محمد میاں انصاریؒ۔

۳۔مولانا سیف الرحمٰنؒ۔

۴۔مولانا ابوالکلام آزادؒ[۲۶]۔

رولٹ کمیٹی رپورٹ کے پیرا نمبر ۱۶۴ میں درج ہے:

''اگست ۱۹۱۶ء میں ریشمی خطوط کے واقعات کا انکشاف ہوا اور حکومت کو اس سازش کا پتہ چلا کہ یہ ایک منصوبہ تھا جو اس خیال سے ہندوستان میں تجویز کیا گیا تھا کہ ایک طرف شمال مغربی سرحدات کو ڈسٹرب کرے اور دوسری طرف ہندوستانی مسلمانوں کی شورش سے اسے تقویت دے کر برطانوی راج ختم کر دیا جائے''[۲۷]۔

مولانا محمد علی جوہرؒ نے بارہا فرمایا۔حضرت شیخ الہندؒ تو اس تحریک میں ایسے مقام پر پہنچ گئے کہ ہمارے اذہان اور خیالات بھی وہاں تک نہ پہنچے تھے۔

بہرحال مولانا محمودؒ کا ارادہ تھا کہ کسی طرح ایران کے راستے بالا بالا یاغستان پہنچ جائیں۔مگر روسی اور انگریزی جہازوں نے بحری راستہ روک رکھا تھا، پھر انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ کسی طرح بحری راستے سے سفر کیا جائے اور بمبئی کے بجائے بلوچستان کی کسی بندرگاہ پر اتر کر یاغستان میں داخل ہو جائیں مگر ایسا نہ ہو سکا۔مولانا محمود حسنؒ مکہ معظّمہ پہنچے تو شاہ حسین (شریف مکہ) نے ترکوں کے خلاف بغاوت کر دی تھی۔محرم ۱۳۳۵ھ۔۱۹۱۶ء کی آخری تاریخوں میں شیخ الاسلام مکہ معظّمہ نے ایک محضر تیار کیا، جس میں ترکوں کو کافر و غاصب اور خائن ٹھرایا گیا تھا۔دوسرے علماء کے علاوہ یہ محضر مولانا محمود حسنؒ کی خدمت میں تصدیق اور تصویب کے لیے پیش کیا گیا، مگر انہوں نے محضر پر دستخط کرنے سے صاف انکار کر دیا جس کی پاداش میں انہیں گرفتار کر لیا گیا۔اس گرفتاری میں انگریزوں کا مشورہ بھی شامل تھا۔مولانا محمودؒ کے ساتھ مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا عزیز گلؒ، حکیم نصرت حسینؒ، اور مولانا وحید احمدؒ کی گرفتاری بھی عمل میں آئی[۲۸]۔

بہرحال انہیں ۲۲ صفر ۱۳۳۵ھ کو حراست میں لے کر جدے پہنچا دیا گیا اور وہاں

انگریز حکام کے حوالے کر دیا گیا اور پھر جدے سے سویز اور قاہرہ روانہ کر دیا گیا۔ قاہرہ میں ان سے پوچھ گچھ ہوتی رہی۔ بالآخر وہ ۱۵ فروری ۱۹۱۷ء کو مالٹا بھیج کر نظر بند کر دے گئے ۲۹ جو برطانوی قلمرو میں جنگی مجرموں کے لیے محفوظ ترین مقام سمجھا جاتا تھا ۳۰۔

مولانا محمود حسنؒ نے مالٹا میں قید و بند کا زمانہ نہایت عزم و ہمت اور صبر واستقلال سے گزارا۔ ان کا بیشتر وقت عبادت میں گزرتا تھا۔ انہوں نے یہیں قرآن مجید کا اردو ترجمہ مکمل کیا۔ اللہ تبارک وتعالی نے شاید مالٹا جیل میں محبوس ہی اسی لیے فرمایا تھا کہ وہ ترجمہ قرآن کی تکمیل کر سکیں۔ سورہ المائدہ یا النساء تک حواشی تحریر فرمائے تھے کہ رہائی مل گئی اور بقیہ حواشی مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے پورے کیے۔

اسی اثناء میں ان کی رہائی کے لیے ہندوستان میں تحریک جاری تھی۔ آخر کار وہ قریب قریب تین برس کی نظر بندی کے بعد مالٹا سے ہندوستان روانہ کر دے گئے اور ۸ جون ۱۹۲۰ء کو بمبئی پہنچنے پر رہا کر دے گئے اور وہ ۱۴ جون ۱۹۲۰ء کو بخیریت دیو بند واپس پہنچ گئے۔

۱۹۲۰ء میں حضرت شیخ الہندؒ اسیری سے رہائی پا کر وارد ہند ہوئے تو انہوں نے کمال ضعف ونقاہت اور شدت مرض وعلالت کے باوجود چھ ماہ کے مختصر عرصے میں تین اہم کام انجام دیے۔

۱۔ ایک اپنے تلامذہ اور مسترشدین کو ہدایت کی کہ اپنی تمام تر توجہات کو خدمت قرآن پر مرکوز کر دیں جس کا مظہر اتم آپ کا خطبہ دیو بند ہے (بروایت حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ)۔

۲۔ قدیم اور جدید تعلیم اور قومی ملی اور دینی و مذہبی تحریکوں کے مابین فصل و بعد کو کم کرنے کی کوششیں جس کا سب سے بڑا مظہر آپ کا سفر علی گڑھ اور تاسیس جامعہ ملیہ ہے۔

۳۔ علم جہاد بلند کرنے کے لیے ایک عوامی تحریک کے آغاز کے لیے کسی صاحب دعوت وعزیمت اور حامل فہم وفراست بالخصوص موجود زمانے کے سیاسی وعمرانی ظروف واحوال سے کما حقہ واقف شخص کے ہاتھ پر بیعت کی تجویز اور اس کے لیے مولانا ابوالکلام آزادؒ کی تعیین جس کے ضمن میں حضرت شیخ الہندؒ کے اضطرار واحرار کا مظہران کا یہ قول ہے کہ ''میری چارپائی اسٹیج پر لے جائی جائے تاکہ میں خود بیعت کرلوں، اس لیے کہ میں دنیا سے بغیر بیعت کیے رخصت ہونا نہیں چاہتا'' (روایت بالمعنی) ۱۳۔

مولانا محمود حسنؒ کے زمانہ اسیری میں ترکوں کو عربوں کی غداری کی وجہ سے شکست ہو چکی تھی۔ قسطنطنیہ، بغداد، اور بیت المقدس پر انگریز قابض ہو چکے تھے۔ حجاز پر اگرچہ شریف حسین کا قبضہ تھا لیکن حکم انگریزوں کا چلتا تھا۔ غرض کہ عالم اسلام اس وقت نزع کے عالم میں تھا ۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے تحفظ خلافت اور مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لیے تحریک خلافت جاری کی ہوئی تھی۔ جلیانوالہ باغ (امرتسر) کے خونیں واقعے اور مارشل لاء کے حوادث کی وجہ سے ہندوستان کے تمام باشندے حکومت سے برگشتہ ہو رہے تھے۔ مولانا محمود حسنؒ بھی آتے ہی دل وجان سے تحریک خلافت میں شامل ہو گئے۔ مجلس خلافت نے انہیں ''شیخ الہندؒ'' کا خطاب دیا۔ اس زمانے میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے بعض طلبہ نے آپ سے ترک موالات Non Cooperation کا فتوی حاصل کرلیا جس کا مضمون یہ تھا:

۱۔ تمام مسلمان اعدائے اسلام سے تعاون ترک کردیں۔

۲۔ سرکاری اعزازات وخطابات واپس کردیں۔

۳۔ ملکی مصنوعات کا استعمال کریں۔

۴۔ ملک کی کونسلوں میں شریک ہونے سے انکار کردیں۔

۵۔ سرکاری اسکولوں اور کالجوں میں اپنے بچے نہ داخل کرائیں۳۲۔

یہ فتوی ۳ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ کو مولانا محمود الحسنؒ کے دستخط سے جاری ہوا۳۳۔ اس کے بعد یہی فتوی جمعیت العلماء ہند کے متفقہ فتوے کی صورت میں تقریبا پانچ سو علماء کے دستخطوں سے شائع ہوا۳۴۔

غرض یہ کہ اس تحریک اور اسی فتوے کی بناء پر مسلم نیشنیل یونیورسٹی (جامعہ ملیہ اسلامیہ) کی تاسیس ہوئی جس کا افتتاح ۲۹ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو ''شیخ الہند'' کے ہاتھوں ہوا۔ اس تقریب سے فارغ ہوکر انہوں نے جمعیت العلماء ہند کے اجلاس دوم منعقدہ دہلی کی غائبانہ صدارت کی۔ اس میں انگریزوں سے ترک موالات اور تحفظ خلافت پر زور دیا گیا تھا۳۵۔

مولانا محمودؒ وجع المفاصل اور بواسیر کے پرانے مریض تھے۔ نیز انہیں کثرت بول کی شکایت بھی تھی۔ کثرت کار اور بڑھاپے کی وجہ سے یہ امراض عود کر آئے۔ اسی اثناء میں ان کی اہلیہ محترمہ نے انتقال کیا، ان ایام میں دیوبند میں موسمی بخار اور تپ ولرزہ کا بھی زور تھا۔ مولانا نے بیماری کی حالت میں علی گڑھ اور دہلی کے سفر کیے، ڈاکٹر مختار احمد انصاریؒ نے دہلی میں قیام کے دنوں نہایت توجہ اور دلسوزی سے ان کا علاج کیا۳۶۔ حکیم اجمل خاں بھی شریک علاج تھے۳۷ مگر آپ کی طبیعت سنبھل نہ سکی اور وہ ۳۰ نومبر ۱۹۲۰ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ۳۸۔ ان کی میت دہلی سے دیوبند لائی گئی اور انہیں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند کے پہلو میں دفن کردیا گیا۔ ان کے انتقال پر مولانا محمد علی جوہر دیوبند تشریف لائے اور روکر کہنے لگے کہ حضرت شیخ الہند کے انتقال نے ہماری کمر توڑ دی ہے۳۹۔

مولانا محمد حسنؒ بنیادی طور پر مصلح، عالم، اور شیخ طریقت تھے۔ ان کا اصل کام درس وتدریس اور تزکیہ وتربیت تھا۔ انہیں بعض حالات اور قومی ضروریات کے تحت عملی سیاست میں

حصہ لینا پڑا۔ انہوں نے برطانوی استعمار کے خلاف علماء کو آمادہ عمل کیا۔ انہیں مسجد کے حجروں اور درس کے حلقوں سے باہر نکالا [۴۰]۔

عملی سیاست نے انہیں وسیع القلب اور وسیع النظر بنا دیا تھا۔ وہ معاصر علماء کے قدر دان تھے۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ ہم غافل تھے، لیکن الہلال (کلکتہ) کی دعوت نے ہمیں آمادہ عمل کیا۔ علی برادران، ابوالکلام آزاد، ڈاکٹر مختار احمد انصاری اور حکیم اجمل خاں سے ان کے خصوصی تعلقات تھے اور وہ سیاسی معاملات میں ان سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ انہیں جدید تعلیم یافتہ حضرات سے بھی بڑی محبت تھی۔ ان کا یہ مشہور قول ہے کہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں قبول حق کی زیادہ صلاحیت ہوتی ہے۔ ان کی یہ بڑی آرزو تھی کہ دیوبند اور علی گڑھ میں جو فکری اور نظری فاصلہ ہے اسے کم کیا جائے اور دونوں کو ایک دوسرے کے قریب لایا جائے [۴۱]۔ مگر اس وقت کے ہنگامہ خیز حالات میں یہ تجویز شرمندہ عمل نہ ہو سکی۔

تصانیف:

۱۔ ترجمہ: قرآن مجید: قرآن مجید کا عام فہم اردو ترجمہ مع مفید حواشی، سورۃ المائدہ تک حواشی مولانا محمودؒ نے خود لکھے تھے اور بقیہ حواشی وفوائد مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے لکھ کر پورے کیے۔ یہ ترجمہ برصغیر پاک وہند میں بے حد مقبول ہوا اور بھارت (مدینہ پریس، بجنور) و پاکستان (تاج کمپنی لاہور)، اور مغربی جرمنی (ہمبرگ) میں چھپ کر شائع ہو چکا ہے۔ حکومت افغانستان نے یہ ترجمہ مع حواشی فارسی میں ترجمہ کرا کر کابل سے شائع کیا۔ راقم کے پاس سعودی پرنٹنگ کمپلیکس (سعودی عرب) کا شائع کردہ اردو ترجمہ مع حواشی موجود ہے اور پیش نظر مقالہ میں اسی نسخہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔

۲۔ تقریر ترمذی: (عربی) یہ تقریر ترمذی شریف کے حاشیے پر چھپ چکی ہے اور مقبول خاص و عام ہے۔

۳۔ حاشیہ سنن ابی داؤد (عربی) مطبوعہ دہلی ۱۳۱۸ء۔

۴۔ تراجم ابواب بخاری (مطبوعہ دیوبند، صحیح بخاری کے تراجم کی مناسبت اور تشریحات میں ہے (غیر مکمل) آخر میں ابواب بخاری کی نہایت مفید فہرست ہے۔

۵۔ حاشیہ مختصر المعانی مطبوعہ دہلی و مطبوعہ کراچی، سعد الدین التفتازانی کی شرح تلخیص المفتاح پر مفید حاشیہ ہے (کئی بار چھپ چکا ہے) ۴۲

۶۔ **ایضاح الادلۃ**: فقہ کے بعض اختلافی اور نزاعی مسائل پر اظہار خیال کرتے ہوئے انہوں نے حنفی نقطہ نظر پیش کیا ہے۔ یہ کتاب ۱۲۹۵ھ کو معرض تحریر میں آئی۔ تکمیل کتاب تک آپ اپنی یہ کتاب مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کو کی بھی سناتے رہے۔ ان دنوں نانوتویؒ کا قیام دار العلوم میں ہی تھا (مطبوعہ دیوبند) ۴۳۔

۷۔ **شرح اوثق العری فی تحقیق الجمعة فی القری**: یہ کتاب دیہات میں نماز جمعہ کے عدم جواز میں ہے۔ یہ دراصل مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی کتاب کی شرح ہے (مطبوعہ دیوبند)۔

۸۔ **جهد المقل فی تنزیه المعز والمذل**: اس میں شاہ اسماعیل شہیدؒ کا دفاع کیا گیا ہے اور معترضین کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔

قبل ازیں جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ ایام اسیری میں مولانا محمود الحسنؒ نے قرآن مجید کا ترجمہ کیا، اس ترجمے کے حوالے سے یہ بات یقیناً قابل ذکر ہے کہ ان کی معاونت محمد میاں انصاریؒ المعروف مولانا محمد منصور انصاری نے کی جو مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے نواسے، پیر جی عبد اللہ انصاری (ناظم دینیات علی گڑھ) کے بڑے صاحبزادے اور حافظ احمد (ناظم اعلی

دارالعلوم دیوبند) کے حقیقی بھانجے تھے۔موصوف نے دارالعلوم معینیہ اجمیر میں بعہدہ صدر مدرس ایک عرصہ تک کام کیا۔اس کے بعد مولانا کی خدمت میں اعانت ترجمہ قرآن کی خدمات انجام دینے کے لیے مقرر کیے گئے [۴۴]۔

مولانا محمود الحسنؒ کہا کرتے تھے کہ ''میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیوی ہر حیثیت سے کیوں تباہ ہورہے ہیں تو اس کے دوسبب معلوم ہوئے۔ایک ان کا قرآن چھوڑ دینا، دوسرے آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی۔ اس لیے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف کروں کہ یہ قرآن کریم کو لفظا اور معنا عام کیا جائے۔بچوں کے لیے لفظی تعلیم کے مکاتب ہر بستی میں قائم کیے جائیں۔بڑوں کو عوامی درس قرآن کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس کرایا جائے اور قرآنی تعلیمات پر عمل کے لیے آمادہ کیا جائے اور مسلمانوں کے باہمی جنگ وجدال کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا جائے'' [۴۵]۔

مولانا محمود الحسنؒ کا ترجمہ دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ شاہ عبدالقادرؒ محدث دہلویؒ کے ترجمہ سے ماخوذ ہے۔بالفاظ دیگر مولانا کے ترجمہ کو شاہ صاحبؒ کے ترجمہ کی تسہیل کا عنوان بھی دیا جاسکتا ہے۔اس موضوع پر ان دونوں تراجم کی یکسانیت اس امر کی دلیل ہے کہ مولانا نے اپنے ترجمہ میں کوئی نیا پن، جدت طرازی اور تحقیقی اسلوب اختیار نہیں کیا ہے بلکہ اپنے اسلاف کے فکر ونظر کی آئینہ داری کی ہے [۴۶]۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ''بیس بڑے مسلمان'' نامی کتاب میں انہیں ''محمود حسن دیوبندی'' لکھا گیا ہے ۔البتہ کہیں کہیں ان کا نام ''حسن' پر ''ال'' داخل کر کے ''محمود الحسن'' بھی لکھا گیا ہے۔

۲۔ اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور جلد ۲۰۔۱۴۰۴ھ ۔۱۹۸۴ء طبع اول۔

۳۔ حسین احمد، نقش حیات ۲۔۱۳۱ مطبوعہ دیوبند (بحوالہ اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ)۔

۴۔ عبدالرشید ارشد ''بیس بڑے مسلمان'' ص ۲۲۹، مکتبہ رشیدیہ ۳۲۔اے شاہ عالم مارکیٹ لاہور ۱۹۷۰ء بار دوم۔

۵۔ عبدالرشید ارشد ''بیس بڑے مسلمان'' ص: ۲۳۰۔۲۳۱۔

۶۔ ایضا۔

۷۔ ایضا (ii) روداد دارالعلوم ۱۲۹۰ھ ص ۱۰ (بحوالہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ)۔

۸۔ عبدالرشید ارشد 'بیس بڑے مسلمان'' ص ۲۳۰۔۲۳۱۔

۹۔ عبدالرشید ارشد 'بیس بڑے مسلمان'' ص ۲۳۰۔۲۳۱۔

۱۰۔ الکتانی ''فہرس الفہارس'' ۲: ۱۶۲ (ii) عبدالحی ، نزھۃ الخواطر'' ۷: ۲۸۹، ۲۹۰ مطبوعہ حیدر آباد دکن (بحوالہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ)۔

۱۱۔ عبدالرشید ارشد 'بیس بڑے مسلمان'' ص ۲۳۰۔۲۳۱۔

۱۲۔ آپ نے ملاحسن اور مختصر المعانی مولانا محمود الحسن سے پڑھیں ۔بحوالہ عبد الرشید ارشد "بیس بڑے مسلمان" ص ۲۳۳۔

۱۳۔ مؤخر الذکر دو کا تذکرہ مجید اللہ قادری نے اپنے تحقیقی مقالے "کنز الایمان" اور دیگر معروف قرآنی تراجم" ۱۹۹۰ء جامعہ کراچی کے صفحہ نمبر ۳۴۸ پر کیا ہے۔

۱۴۔ ڈاکٹر اسرار احمد "جماعت شیخ الہند اور تنظیم اسلامی" مرکزی انجمن خدام القرآن "لاہور باراول اگست ۱۹۹۷ء ص:۱۸۔

۱۵۔ اصغر حسین حیات شیخ الہند ص:۳۲ تا ۳۷ لاہور ۱۹۷۷ء (بحوالہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ)۔

۱۶۔ عبد الرشید ارشد "بیس بڑے مسلمان" ۲۳۱۸۔

۱۷۔ ایضاً۔

۱۸۔ حافظ عبد الرشید "تاریخ دار العلوم دیوبند" ماہنامہ الرشید ساہیوال ص ۱۸۷۔

۱۹۔ اصغر حسین حیات شیخ الہند ص ۲۲۱۔۲۲۲ لاہور ۱۹۷۷ء (ii) حسین احمد سفر نامہ شیخ الہند ص:۵ مطبوعہ دیوبند (بحوالہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ)۔

۲۰۔ ایم مجیب "انڈین مسلمز" ص : ۳۹۹۔۴۰۰ لنڈن ۱۹۶۲ء (بحوالہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ)۔

۲۱۔ اشتیاق حسین قریشی، علماء ان پالیٹیکس، ص۲۲۴، ۲،۷۹اء (بحوالہ اردو دائری معارف اسلامیہ)۔

۲۲۔ محمد میاں، علمائے حق ص ۱۳۶، مطبوعہ دیوبند (ii) محمد سرور مولانا عبید اللہ سندھی ص:۲۹۔۳۰ بار پنجم لاہور۔۱۹۷۶ء (بحوالہ اردو دائری معارف اسلامیہ)۔

۲۳۔ i۔ عبدالحیٔ ، نزہۃ الخواطر جلد ۸ ص ۴۶۷ ، حیدر آباد دکن ۱۹۷۰ء (بحوالہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ)۔

ii۔ ڈاکٹر محمد ہاشم قدوائی ، جدید ہندوستان کے سیاسی اور سماجی افکار ص ۴۰۶ ترقی اردو بیورو نئی دہلی ۱۹۸۵ء پہلا ایڈیشن۔

On December 10, 1917, the Government appointed a committee " to investigate revolutionary crime in the country and to suggest legislative measures fro its condition", Mr. Justice S.A. T. Rowlatt was appointed the president two judges of the High Courts in India and two non-officials, were members of the committee, (See Report of the Sadition. 1918, Superintendent Printing Press, Calcutta, 1918)

(i)Pakistan Studies by Gul Shahzad Sarwar p.81, Tahir Sons Karachi, Urdu Bazar, Fifth Edition, May 1994.

(ii)I.H. Qureshi, A. Short History of Pakistan, p: 843-844, University of Karachi, Reprinted 1988.

(ii) رولٹ بل کے آٹھ نکات کے لیے دیکھئے: قاضی محمد عدیل عباسی تحریک خلافت ص: ۸۱۔۸۲ ترقی اردو بیورو نئی دہلی ۱۹۸۲ء دوسرا ایڈیشن۔

۲۴۔ Sadition Committee Report پیراگراف ۱۶۴ کلکتہ ۱۹۱۸ء ص ۲۱۴ تا ۲۱۵، ۲۲۹، ۲۲۰۔

(ii) The Deoband School: Ziaul Hassan Faruq ص: ۶۱ ، ۱۹۶۳ء (بحوالہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ)۔

(iii) تفصیل کے لیے دیکھئے سید محمد میاں کی تحریک شیخ الہند (ریشمی خطوط سازش کیس ، مکتبہ رشید کراچی ۱۹۸۸ء تیسرا ایڈیشن (کل صفحات ۴۹۴)۔

۲۵۔ مولانا ابوالکلام آزاد اور حضرت شیخ الہند کا ان سے خصوصی تعلق خاطر از مولانا سعید احمد اکبر آبادی ماخوذ از جماعت شیخ الہند اور تنظیم اسلامی از ڈاکٹر اسرار احمد ص ۲۷۵۔

۲۶۔ ایضا۔

۲۷۔ عبدالرشید ارشد بیس بڑے مسلمان ص ۲۷۶۔

۲۸۔ حافظ عبدالرشید ارشد تاریخ دارالعلوم دیوبند ص ۱۸۸۔

۲۹۔ حسین احمد اسیر مالٹا ص ۶۷ تا ۱۰۵ لاہور ۱۹۷۴ء (بحوالہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ)۔

۳۰۔ حافظ عبدالرشید ارشد تاریخ دارالعلوم دیوبند ص ۱۸۸۔(ii) جماعت شیخ الہند اور تنظیم اسلامی ص ۱۶۔

۳۱۔ ڈاکٹر اسرار احمد مقدمہ ''جماعت شیخ الہند اور تنظیم اسلامی'' ص ۱۶۔۱۷۔

۳۲۔ اشتیاق حسین قریشی علماء ان پالٹیکس'' ص ۲۶۸ تا ۲۶۹ کراچی ۱۹۷۲ء (بحوالہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ)۔

۳۳۔ حافظ عبدالرشید ارشد بیس بڑے مسلمان ص ۲۸۷۔

۳۴۔ اشتیاق حسین قریشی علماء ان پالٹیکس'' ص ۲۶۹ کراچی ۱۹۷۲ء (بحوالہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ)۔

۳۵۔ (i) محمد میاں ''علمائے حق'' ص ۲۰۹ تا ۲۳۰ مطبوعہ دہلی (بحوالہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ)۔

۳۶۔ (ii) ڈاکٹر ایچ بی خان ''برصغیر پاک وہند کی سیاست میں علماء کا کردار'' ص ۲۰۸ قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ وثقافت اسلام آباد ۱۹۸۵ء۔

۳۷۔ اصغر حسین شیخ الہند ص ۱۸۸ تا ۱۹۵ لاہور ۱۹۷۷ء۔

۳۸۔ حافظ عبدالرشید ارشد تاریخ دارالعلوم دیوبند ص ۱۸۸۔

۳۹۔ شیخ الہند کی بیماری اور وصال کی تفصیل مولانا اصغر حسین نے اپنے رسالہ ''حیات شیخ الہند'' میں بڑی تفصیل سے لکھی ہے (بحوالہ بیس بڑے مسلمان ص ۲۸۳)۔

۴۰۔ حافظ عبدالرشید ارشد بیس بڑے مسلمان ص ۲۸۰۔

۴۱۔ عبدالحی ، نزھۃ الخواطر جلد ۸ ص ۴۶۸ حیدرآباد دکن ۱۹۷۰ء (بحوالہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ)۔

۴۲۔ ضیاء الحسن دادیوبند اسکول (انگریزی) ص ۶۱ کلکتہ ۱۹۹۳ء (بحوالہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ)۔

۴۳۔ براکلمان تکلمہ 'ا' لائیڈن' ۱۹۳۷ء (بحوالہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ)۔

۴۴۔ حافظ عبدالرشید ارشد بیس بڑے مسلمان ص ۲۳۳۔

۴۵۔ ڈاکٹر اسرار احمد جماعت شیخ الہند اور تنظیم اسلامی ص ۳۷ (مضمون "حضرت شیخ الہند ۔۔ایک بھولی بسری شخصیت از قاری حمید انصاری)۔

۴۶۔ ڈاکٹر اسرار احمد مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق ص ۷۷ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور بار ششم فروری۔